رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM QADIAN.

الحکم

دوز جدید

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ

والیان ریاست سے	ما/
عوام و امراء سے	صہ/
معاونین سے	عسہ/
عوام سے	صمہ/
ممالک غیر سے	۸ شلنگ

مدینۃ المسیح
قادیان دار الامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
شائع ہوتا ہے

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی
تراب احمدی عرفانی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد
عرفانی (مجاہد مصری)

جلد ۳۷ | قادیان - ۷ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۳ صفر المظفر ۱۳۵۳ھ | نمبر ۲۰

الحکم کے اجراء پر

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت
بک العزیز کا مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کرکے بیحد خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کردے۔ الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے۔ اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کرکے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حال ہے۔ لیکن

دل یہی چاہتا ہے

کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِین

خاکسار

میرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر الحکم آفس واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا)

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

خاص نمبر کی مقبولیت

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خاص نمبر ٹھیک وقت پر شائع ہو گیا - اور احباب کو پہنچ گیا - خاص نمبر کی ترتیب میں اگرچہ پوری محنت کا موقع نہیں ملا - مگر اس میں کچھ شبہ نہیں احباب نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا - اور اب تک درخواستیں آرہی ہیں - لیکن دفتر اب ان کی درخواستوں کی تعمیل سے قاصر ہے - البتہ اگر دو ہزار جدید درخواستیں ہوں تو اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو سکتا ہے -

شکریہ احباب

بعض احباب نے دفتر الحکم کی تحویل میں کچھ کاپیاں مفت اشاعت کے لئے دے دی تھیں - جن کو موقعہ مناسب پر تقسیم کر دیا گیا ہے - نام بنام میں ایسے احباب کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا بعض ایسے بھی بزرگ تھے - جنھوں نے اگرچہ دفتر الحکم کو ایسی اجازت نہ دی تھی - مگر خاکسار ایڈیٹر الحکم [illegible] اُن کے اخلاص پر اسقدر مطمئن تھا کہ اس نے ان درخواستوں کو رد کرنا مناسب نہیں سمجھا - جو اس نمبر کو مفت لینے کے لئے آئی تھیں اسلئے انھیں پورا کر دیا گیا -

اخبار کی اشاعت بڑھاؤ

جو احباب یہ یقین رکھتے ہیں کہ الحکم ایک مفید کام کر رہا ہے - اور اس کا **دورِ جدید** عصر سعادت کی یاد دلاتا ہے - انھیں چاہیئے کہ وہ اپنے اخبار کی خریداری کے دائرہ کو وسیع کریں - میں اسوقت ہر اک خریدار سے صرف ایک خریدار زائد کی درخواست کرتا ہوں - اور زیادہ جس قدر ان سے ممکن ہو - اگر تمام احباب اس غرض کے لئے اپنی کوششوں کو متحد کریں تو یکم جولائی تک ۱۹۳۴ء تک الحکم کی اشاعت **ایک ہزار** ہو سکتی ہے - اس خصوص میں تمام انجمنوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بحیثیت مجموعی الحکم کی ایک ایک کاپی خرید کریں - میں یقین رکھتا ہوں کہ میری اس درخواست کو انجمنوں کے ذمہ دار کارکن رد نہیں کریں گے - بلکہ بہت جلد خریداری کی درخواستیں بھیجکر ادارہ الحکم کو مضبوط کرنے کی فکر کریں گے -

جمالِ مصطفوی

از جناب سید ابوالحسن صاحب قدسی

بارگاہِ حق کے پیارے، انبیا کے تاجدار
ہیں برستے ظاہر و باطن پہ انوارِ خدا
دیکھ کر صورت بنا تصویرِ حیرت آئینہ
سادگی ہے شوخیٔ تحریرِ قدرت کا نشاں
اس جمال و حسن پر مرنے کا دل میں شوق ہے
محفلِ [illegible] کی اصل رونق تجھ سے ہے
دل پہ ہے بارِ گراں تیرے سوا سیرِ بہشت
جوشِ مستی کا نیا عالم بنا ہے آج کیا؟
کس قدر عاشق کو ہے نظارہ میں پاسِ ادب
باعثِ رونق ہے تیرے عشق میں تیغِ ستم
وہ دلِ دانا قیودِ نفس سے آزاد ہے
آئینہ عکسِ محمد کا ہے احمد کا وجود

شان میں تیری نظر آتی ہے شانِ کردگار
دل ہے دلدارِ ازل کا آشنا و رازدار
شرم سے پانی ہوا جاتا ہے دُرِّ آبدار
ہر ادا سے دلربائی کے کرشمے آشکار
پھر یہ جاں ہے چیز کیا ہو جائے گر اس پر نثار
تو نہیں ساقی تو پھر کیا جام - کیا کیفِ خمار
راحت و آرامِ جاں کا تجھ پہ ہے دار و مدار
جو پڑے ہیں بزم میں مدہوش یہ سب ہوشیار
مہرِ خاموشی ہے لب پر اور دل ہے بے قرار
خون کے ہر قطرہ سے روئے زمیں ہے لالہ زار
تیرے سودائے محبت میں ہے جو دیوانہ وار
حضرتِ فخرِ رسل "محمود" ہیں آئینہ دار

ذاتِ قدسی کی کہیں دیکھی نہیں کوئی مثال
حسن میں یکتا ہے وہ احسان اُسکے بے شمار

درخواست دعا

چودھری بشیر الدین صاحب جنجوعہ ساکن مڈھ رانجھا اخبار الحکم کے ذریعہ تمام بزرگان جماعت احمدیہ سے اپنی مشکلات کے حل اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق ملنے کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں -

(۲) مولانا جلال الدین صاحب شمس جو بلاد اسلامیہ کے مبلغ رہ چکے ہیں - اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے پہاڑ تشریف لے گئے ہیں انکو اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے بہت بڑی پریشانی ہے - احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی بیوی کو شفا کامل عطا فرمائے اور ان کو ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے -

خط وکتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے - کیونکہ دفتر بسا اوقات نمبر نہ ہونے کی وجہ سے تعمیل کرنے سے مجبور ہو جاتا ہے -

(منیجر)

خریداران الحکم کی خدمت میں ضروری اطلاع

الحکم خدا تعالیٰ کے فضل سے اب اس سال کے چھٹے مہینے میں قدم رکھ رہا ہے - اس عرصہ میں الحکم نہایت باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا ہے - بلکہ وقت سے ایک دن پہلے خریداروں کو ملتا رہا - مضامین کے لحاظ سے اس کی یہ شان رہی کہ ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی - بہت سے احباب نے اپنے فرض کو شناخت کیا - اور اس کی قیمت پیشگی ادا کی - اور بعض نے اعانت بھی کی جزاھم اللہ احسن الجزا

لیکن ابھی ایک بہت بڑا حصہ ایسے خریداروں کا باقی ہے - جنھوں نے قیمتیں ادا نہیں کیں - بلکہ بعض نے دو دو دفعہ وی - پی واپس کیا ہے اس طریق سے اخبار کو نقصان پہنچنا یقینی ہے - اس لئے میں اس اعلان کے ذریعے تمام ان خریداران کی خدمت میں جنھوں نے اپنی قیمتیں ادا نہیں کیں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس اعلان کے بعد ہر صاحب کو وی پی کے وصول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے - اور اگر کوئی صاحب وی - پی لینے کے لئے مستعد نہ ہوں - تو وہ ایک تاریخ مقرر کر دیں کہ فلاں تاریخ تک منی آرڈر کر دینگے - اگر اس اعلان کے باوجود نہ تاریخ مقرر کی اور نہ وی پی لیا - تو ایسے اصحاب کے متعلق یہ غور کرنے کی ضرورت پڑے گی کہ آیا ان کے نام پرچہ جاری رکھا جائے - یا بند کر دیا جائے -

(محمود احمد عرفانی)

سیرۃ المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اندرون خانہ

(از قلم جناب خواجہ عبدالرحمٰن صاحب احمدی کشمیری ریخ آفیسر کرناہ)

ایک مصلح ربانی اور مدعی نبوت کے اصل حالات کے اولین شاہد اس کے گاؤں یا شہر کے باشندگان ہوتے ہیں۔ اس سے اوپر اس کے اہل بیت کہ جن کے درمیان وہ صبح و شام گذارتا ہے پھر اس سے بڑھ کر اس کے اصلی حالات کا وہ شاہد ہوتا ہے جسے اس کے اہل خانہ کی طرح اُسکی خانگی زندگی کے حالات کے دیکھنے کا کافی موقع تو میسر آئے لیکن اُسے اس مدعی کے ساتھ کوئی دور کا بھی رشتہ یا تعلق نہ ہو۔

اس آخری قسم کی شہادت کے تحت خاکسار راقم الحروف نے ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۶ء تک بچپن کے ۷۔۸ سال میں سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیٰ سیدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ امی و ابی کے جو حالات اندرون خانہ مشاہدہ کیے وہ ذیل میں درج ہیں:۔

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالعموم گھر میں تصنیف کا کام انجام فرماتے رہتے تھے۔ اسلام کا غلبہ اور ادیان باطلہ کے مقابلہ [illegible] قلم۔ دوات اور کاغذ [illegible] ہوتے تھے۔ اور جو لانگاہ گھر کا صحن یا چوبارہ کا صحن قریباً ایک جریب لمبا ہوتا تھا۔ صحن کے دونوں سروں پر دو دواتیں رکھی جاتی تھیں۔ اور حضور والا چلتے چلتے تحریر کا کام اس صحن میں انجام دیتے تھے۔ جب پہلی دوات پر ہوتے تو سیاہی میں قلم مبارک ڈبو لیتے اور جب دوسری دوات کے پاس پہنچ جاتے۔ تو اگر ضرورت پڑتی تو اس سے قلم کے لئے سیاہی حاصل فرماتے اور جو کچھ حضور چلتے چلتے یا کھڑے کھڑے ارقام فرماتے تھے اُسے ساتھ کے ساتھ دھیمی آواز میں دھراتے بھی جاتے تھے۔

عورتوں یا بچوں کا خواہ کس قدر شور و غوغا پاس ہو رہا ہو آپکو خبر بھی یا اس کی طرف التفات بھی نہ ہوتی تھی خاکسار نے کوئی کتب خانہ آنحضور کے پاس نہیں دیکھا اور نہ کوئی حوالہ بتانے کے لئے کبھی کسی معاون کو حضور کے پاس دیکھا۔ حضور سب مضامین قرآن پاک ہی سے استنباط فرماتے۔ جس کے حقائق و معارف کا قیمتی کتب خانہ حضور کے سینہ مبارک میں ہوتا تھا۔ غرض ظاہر ساما نوں سے صرف وہ دو دواتیں۔ ایک قلم انگریزی نب والا اور کاغذ حضور انور کے پاس دیکھتا تھا۔ اور بس۔ قسم بخدا عز و جل کبھی کوئی معاون یا ممد تصنیف میں آپکے پاس کبھی بھی خاکسار نے نہیں دیکھا سب کام حضور والا شان خود ہی انجام دیتے تھے۔ پروف تک اکثر خود ہی دیکھتے تھے۔ شاذ ہی پروف کسی اور کو دیکھنے کے لئے دیتے۔

حضور کو خاکسار نے تخت پوش پر بھی تصنیف کا کام کرتے ہوئے دیکھا۔ اور رات کو بھی یہ کام اس طرح انجام پاتے تھے کہ بہت سی موم بتیاں میز پر جلا لیتے تھے۔ اور ان کی روشنی میں تحریر کا کام انجام فرماتے۔ بعض اوقات یہ کام صبح کی نماز کیوقت انجام دیتے رہتے تھے۔

خاکسار نے حضور کو کبھی بیکار نہیں دیکھا۔ جب فراغت ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمرے یا صحن میں ٹہلتے رہتے تھے۔ . . . .

. . . .

. . . .

اور اسوقت حضور سوچ بچار اور فکر مند نظر آتے تھے یا دل میں ذکر اللہ کرتے ہوتے معلوم ہوتے تھے۔

میں خدائے عز و جل کی پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ گھر میں خاکسار نے اہل و عیال میں حضور کو کبھی خرم اور خندہ عام لوگوں کی طرح نہیں دیکھا۔ اور نہ اُن سے زیادہ ہم کلامی کرتے دیکھا۔ اور نہ کبھی اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی سامان یا مکان۔ زیور یا دولت حاصل کرنے کی فکر میں پایا۔ بلکہ ان چیزوں کا وہاں نام تک نہ لیا جاتا تھا۔ اور نہ دل میں خیال گذرتا۔ مسلسل ۷۔۸ سال تک یہ حالت دیکھ کر میرے دل میں یہی امر [illegible] کا حصہ [illegible] نہ تھا۔

خاکسار نے بفضل خدا حضور کی زندگی بیرون خانہ بھی دیکھی ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے حضور کو بیرون خانہ اپنے اصحاب کے حلقہ میں بہت زیادہ خوش و خرم پایا۔ بہ نسبت اس کے کہ آپ اپنے گھر میں اپنے اہل و عیال کے درمیان ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصل اہل و عیال آپکے نزدیک آپکے اصحاب ہی تھے۔

واللہ گھر میں آپ کی خوشی کی وہ کیفیت نہیں دیکھی جیسی گھر کے باہر اپنے اصحاب کے درمیان۔

میں کیا کروں اور اپنے دل کو کسطرح منواؤں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی جسمانی اولاد سے اپنی روحانی اولاد کی نسبت زیادہ محبت و الفت تھی۔ اور کیونکر اپنے دل کو فریب دوں۔ جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے بطور مشاہدہ کیا کہ اندرون خانہ تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوتا تھا۔ اور آپ غم دین میں متفکر معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب آنحضور باہر احباب میں تشریف لاتے۔ تو اسس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ احیاء دین اسلام کے لئے ایک جماعت تیار فرما رہا ہے آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے سرخ اور درخشاں ہو جاتا۔ اُس وجد آفریں سرور کو میری زبان اور قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ جو خاکسار کو آنحضور کی اس کیفیت کو دیکھ کر حاصل ہوتا تھا۔

گھر میں آپ کم کلام کرتے۔ اور نہ خندہ ہوتے۔ لیکن باہر آکر اپنے اصحاب کی مجلس میں نہایت خوش ہوتے۔ اور اثنائے گفتگو میں جب کوئی لطیفہ آجاتے تو آپ ہنس بھی پڑتے۔

غرض میں ہرگز باور کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ آپ کو اپنی روحانی اولاد سے اپنی جسمانی اولاد کی نسبت ایک ذرہ بھر بھی کم الفت و محبت تھی۔ ہاں میرے خیال میں روحانی اولاد سے زیادہ محبت تھی اللھم صل علےٰ محمد و علےٰ خلفائہٖ۔ آمین ثم آمین

میں کیا کروں۔ میری آنکھوں نے جب یہی دیکھا۔

واللہ باللہ ثم تاللہ خاکسار نے کبھی بھی کسی غیر محرم عورت سے آپ کو گھر میں نہ باہر کلام کرتے یا اُس پر نظر ڈالتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ سینکڑوں عورتیں گھر میں آتی تھیں حضور ہمیشہ آنکھوں کو نیچے رکھتے۔ اور نیم خفتہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ معلوم ہوتی تھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر کبھی بیمار ہوتے تو نہایت وقار اور صبر سے بیماری کی صعوبت کو برداشت فرماتے اور درد گردہ جیسی شدید تکلیف دہ بیماری میں بھی اُف تک زبان مبارک پر نہ لاتے۔

[illegible] لقمہ تناول فرماتے اور وہ بھی بے رغبتی سے۔ گویا صرف اسی قدر کھاتے کہ اللہ کا ذکر ہو سکے۔

حاصل کلام حضور کے نزدیک دنیا و مافیہا کی قدر ایک تنکے کے برابر بھی نہ تھی۔ اور حضور کو اپنے اہل و عیال کا کوئی فکر و غم نہ تھا۔ جو فکر و غم آپ کو کھا رہا تھا۔ وہ یہی غم تھا کہ کس طرح اسلام اپنی پوری شان و شوکت میں ظاہر و زندہ ہو۔ اور مسلمان اور دنیا حقیقی معنوں میں مسلمان بنجائیں اور خدائے واحد کے پرستار ہوں

اللھم صل علےٰ محمد و علےٰ ال محمد و علےٰ عبدک المسیح الموعود و بارک وسلم انک حمید مجید و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ضروری تصحیح

الحکم کے خاص نمبر میں جو قطعہ و قصیدہ صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں طبع ہوا ہے اس میں کتابت کی چند غلطیاں رہ گئی ہیں بعض کی تصحیح ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔ قطعہ کے چھٹے شعر میں "گستہ" اور ساتویں شعر میں "گیا" ہونا چاہیے۔ اور قصیدہ کے پہلے شعر میں "کلمہ" اور چھٹے شعر میں "اخضر" آٹھویں میں "صورتیں" اور چوبیسویں میں "بتر" ہونا چاہیے۔ اور صفحہ ۲۶ کے دوسرے شعر میں "امرا و رؤسا" ہونا چاہیے۔ اور بائیسویں شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "ہی" زیادہ تحریر ہو گیا ہے۔ اور ستائیسویں شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ "کی" غلط ہے "کو" ہونا چاہیے۔ اور پچاسویں شعر میں لفظ "ناکام" میں اضافت نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت مولوی قمر الدین صاحب لودہانوی رضی اللہ عنہ

(نمبر ۲)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے الحکم ۱۴ر مئی ۱۹۳۵ء نمبر ۱۷ جلد ۳۸)

اسلامیہ سکول میں اگرچہ آریہ سکول میں آپکے اخلاق کو ہمیشہ پسند کیا۔ اور باوجود ایک پارٹی کی مخالفت کے ذمہ دار عہدہ داروں نے آپ کے کام کی قدر کرتے ہوئے۔ آپ کو سکول میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر آپ کی خدمات اور تعلیمی تجربہ کا اعتراف عام طور پر کیا جاتا تھا۔ اسلئے آریہ سکول میں دس سال تک ملازمت کرنے کے بعد آخر آپ کو اسلامیہ سکول میں بلا لیا گیا۔ آپ نے ملت کی خدمت کے لئے آریہ سکول کی ملازمت کو ترک کر دیا۔ اور اپنے دس سالہ خدمات کے حقوق کی بھی پروا نہ کی۔ اسلامیہ سکول میں آپنے اس محنت اور جفاکشی سے کام کیا کہ آپکے متعلق عام طور پر کہا جاتا تھا کہ

اسلامیہ سکول کی روح رواں ہیں

حالت زمانہ پر غور اس طرح پر آپنے تقریباً ۴۴ سال تک بطور مدرس کام کیا۔ تعلیمی کام کی طرف آپ کی دلچسپی کا یہ بھی موجب تھا کہ آپ کو سر سید کی تعلیمی سرگرمیوں سے دلچسپی تھی۔ اور انھیں یہ یقین تھا کہ مسلمانوں کی تعلیمی پستی کی اصلاح بہت حد تک ان کی دنیوی مشکلات کے لئے ایک ذریعہ ہوگی۔ دوسری طرف علماء کی حالت کو دیکھتے تھے کہ وہ غیر ضروری مذہبی مناقشات میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کی عملی اصلاح کا کام ان کے زیر نظر نہیں۔ بلکہ وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو باہم لڑا کر ان کو اخوت اور خلت کے ضروری اخلاق [illegible] علماء سے نفرت بڑھتی جاتی تھی۔ وہ ان مولویوں کی عملی حالت پر بعض اوقات اظہار افسوس کرتے کہ ان کے دماغ کچھ ایسے لغو ہو رہے ہیں کہ وہ الفاظ کی حقیقت پر بھی غور نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وہ ایک مثال دیا کرتے کہ ایک مولوی صاحب ایک مرتبہ سبق پڑھا رہے تھے "شبان خفتہ وگرگ در گوسپند" اس کا ترجمہ آپنے کیا کہ راتاں ستیاں پیاں بھیڑیا بکریاں وچ "یعنی راتیں سوئی ہوئی ہیں بھیڑیا بکریوں میں ہے" اس قسم کے بزاخفش ملت اسلام کے لئے علمی اور عملی حیثیت سے ایک ایک داغ تھے۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ شب کی جمع شبہا ہوتی ہے نہ کہ شبان۔ اسی سلسلہ میں وہ ایک اور مولوی صاحب کا ذکر کرتے تھے کہ وہ ایک انسپکٹر مدارس سے فخریہ کہہ رہے تھے کہ انسپکٹر صاحب! ہم فیل ہو گئے تو کیا ہے اردو گردو کا کیا پڑھنا۔ ہمارا علم تو عربی زبان میں ہے۔ انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ تو عربی میں فیل ہیں جتنے الفاظ عربی کے پرچہ میں آئے تھے آپ نے یا تو املائی غلطی کی ہے یا ترجمہ کی غرض وہ ان علماء زمانہ سے بیحد متنفر تھے۔ کہ ان کی صحبت میں نہ علمی استفادہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ عملی۔ اور اس نفرت نے آپکے قلب میں یہ تڑپ پیدا کر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مامور کو نازل ہونا ضروری ہے۔ اور وہ بڑے شوق کے ساتھ حضرت امام مہدی کے ظہور اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے لئے چشم براہ تھے اسلئے آپ کو قبول احمدیت میں کوئی روک واقع نہیں ہوئی۔ خیالات میں پہلے سے آزادی تھی۔ اور قبول حق کے لئے استعداد تھی۔ علماء سُوء کے حالات نے ان سے متنفر کر دیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ اسلام کے چہرہ پر یہ بدنما داغ ہیں آخر خدا تعالیٰ نے آپکے حقیقی اضطراب کو تسلی سے بدل دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب نزول ہو گیا تو

آپ نے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔

احمدیت کی زندگی طبیعت میں پہلے ہی سے جفاکشی اور مستقل مزاجی تھی۔ اس لئے سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد انھوں نے تبلیغ سلسلہ کے لئے خاص طور پر اپنے جوش کا عملی اظہار کیا۔ اظہار حق میں وہ کسی موقعہ پر ڈرتے اور دبتے نہ تھے۔ ہر وقت تبلیغ ان کا کام تھا۔ اس مقصد کے لئے بہت سی نظمیں اردو۔ فارسی اور پنجابی زبان میں لکھیں آپ کو خدا تعالیٰ نے شاعری مذاق بھی دیا تھا۔ اس سے انھوں نے خوب کام لیا۔ آپ کی مخالفت بھی خطرناک ہوئی۔ اس لئے کہ آپ اس محلہ میں رہتے تھے۔ جہاں لودہانہ کے مشہور مولوی صاحبان رہتے تھے۔ اور اس کا نتیجہ ظاہر تھا کہ کوئی دکھ اور تکلیف زخمی جوان کو نہ دی جاتی ہو۔ مگر وہ یہ کہتے ہوئے ؎

دلبر کی راہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہوشیار ساری دنیا اک باؤلا یہی ہے

مخالفت کی آگ کے شعلوں میں کود کر اس میں سے صحیح و سلامت نکل آئے تھے۔ مولوی صاحبان اپنی ناکامی پر حسرت و افسوس کرتے تھے مگر اس کا نتیجہ بجز ندامت کے اور کچھ نہ تھا۔ بہر حال آپ تبلیغ سلسلہ میں پوری سرگرمی سے حصہ لیتے اور اگر کوئی اشتہار وغیرہ مخالفین کی طرف سے نکلتا۔ فوراً اس کا جواب لکھتے۔ اور وہ انجمن کی طرف سے شائع ہوتا۔ تبلیغ سلسلہ کا اسقدر جوش تھا کہ بعض اوقات دعوت دے کر لوگوں کو بلاتے اور جب وہ کھانا کھانے کے لئے آتے تو

سلسلہ عالیہ کا پیغام ان کو پہنچاتے

قریباً بیس سال تک انجمن احمدیہ لودہانہ کے محاسب سکرٹری اور پریذیڈنٹ رہے اور اپنے فرائض کو نہایت دیانت امانت اور اخلاص سے ادا کرتے رہے۔ جماعت کے ہر فرد کی خیر خواہی [illegible] اور آپ نے جماعتی نظام کو لودہانہ میں نہایت عمدگی سے قائم رکھا اور لودہانہ کی جماعت سلسلہ کی جماعتوں میں ممتاز رہی۔ دار البیعت کے متعلق بھی حتی الوسع کوشش کی اور جس حد تک اب کام پہنچا ہے وہ در اصل اسی بنیاد پر ہے۔ جو آپنے اپنے والد بزرگوار حضرت منشی محمد ابراہیم صاحب نے رکھی تھی

عام اخلاق طبیعت بہت ہی منکسر المزاج واقع ہوئی تھی چہرہ ہمیشہ مسکراتا ہوا رہتا۔ اسوقت میں ایک یہ شعر لکھ رہا ہوں انکے ہنس مکھ چہرے کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور کہتا ہوں ؎

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

بات کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے۔ جچی تلی بات کہتے۔ حق کہنے میں دلیر تھے اور شہادت حقہ کے ادا کرنے میں کبھی کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور نہ کسی سے دبتے۔ اس کے لئے خواہ کیسی ہی مخالفت ہو اس کی پروا نہ ہوتی تھی۔ خدا کی مخلوق سے ہمدردی کا ایک مخلصانہ جوش آپ کے سینہ میں تھا۔ اور آپکا عمل اسکا ثبوت دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شرائط بیعت کو ہمیشہ طاقت کے موافق سامنے رکھتے۔

سلسلہ میں داخل ہونے کے ثمرات و برکات میں سے ایک وہ چیز ہے جس کو فوق الکرامت کہا گیا ہے یعنی استقامت اور رضا اور بالقضا آپنے ہمیشہ اپنے عمل سے بتایا کہ وہ مصائب اور ابتلا میں نہ گھبرانے والا دل خدا کے فضل سے حاصل کر چکے ہیں۔ آخری عمر میں آپکے دو نوجوان برسر روزگار لائق بیٹے وبائی نزلہ (انفلوانزا) میں انتقال کر گئے۔ یہ معمولی ابتلا نہ تھا۔ ملازمت چھوڑ چکے تھے۔ عمر کا آخری دور آ چکا تھا۔ اور وہ دولت جسے عصائے پیری کہا جاتا ہے۔ اس طرح پر مشیت ایزدی نے اپنی ہاتھ سے چھین لی۔ مگر اس مرد خدا نے صدق دل سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ کچھ شک نہیں اس صدمہ نے ان کی صحت پر اثر ڈالا۔ مگر انھوں نے رضا بالقضا کے مقام کو ہاتھ سے نہ دیا اور خدا تعالیٰ کے اس فضل کے ساتھ عملاً سالمیت کی۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اور اسی سے انسان خدا کے حضور وہ انعام پاتا ہے جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقام ہے۔

(باقی آئندہ)

چندہ کشمیر اور بیرون ممالک کی احمدیہ انجمنیں

جماعت آبادان ایران کے امیر جماعت مرزا برکت علی صاحب خدا کے فضل و کرم سے چندہ کشمیر کے لئے خصوصیت سے کوشش فرماتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو کامیابی بھی ہوتی رہتی ہے۔ حال میں آپنے ۔/۴۰ روپیہ کی رقم بہ تفصیل ذیل مسلمانوں سے لے کر ارسال فرمائی ہے

آقائی علی حسن طالبی ایرانی	۱۰۰ ریال	محمد حسین صاحب	۱۰ ریال
خیر محمد خان صاحب	۱۰ "	چودھری محمد بخش صاحب	۱۰ "
شیخ نثار علی صاحب	۱۰ "	آقائی حاجی ماشاء اللہ ایرانی	۲۵ "
خواجہ غلام رسول صاحب	۴۴ "	فضل محمد صاحب	۱۰ "
مختلف احباب سے کھال قربانی	۱۶۶ "		

کل ۴۰۲ ریال = ۔/۴۰ روپے۔

صاحب موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی مسلمانوں سے اس طرح سے وصولی ہوتی رہے گی۔ اس کے علاوہ آپنے یکم مئی ۱۹۳۴ء سے ۳۰ر اپریل ۱۹۳۵ء تک جماعت آبادان کے احمدی احباب کا بجٹ چندہ کشمیر ۔/۹۲ کا بنا کر ارسال فرمایا ہے۔ اس بجٹ میں خصوصیت یہ ہے کہ مرزا برکت علی صاحب امیر جماعت اور شیخ حبیب اللہ صاحب نے اپنا چندہ کشمیر بجائے ایک پائی کے دو پائی فی روپیہ ادا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے آپ اس سے قبل بھی دو پائی کی شرح سے ادا فرماتے رہے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

(۲) مکرمی شیر محمد خان نے آسٹریلیا سے اطلاع فرمائی ہے کہ ان کی تحریک پر مکرم سید امیر حیدر شاہ صاحب نے دس پونڈ کی رقم (جو ایک پونڈ ماہوار کے حساب سے ادا کی جائے گی) مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ماہوار روپیہ وصول ہو رہا ہے۔ ہر دو صاحبان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس امداد کو قبول [illegible] فرمائی ہے۔

(۳) [illegible] محمد یوسف خان صاحب نے امریکہ سے گذشتہ ایام میں اپنا ذاتی چندہ حصہ وصیت ارسال فرماتے ہوئے اس کے ساتھ کشمیر ریلیف فنڈ کا چندہ ۔/۲۳ ارسال فرمایا ہے اور آپ اس سے قبل بھی برابر اپنا چندہ ارسال فرماتے رہے ہیں۔

جزاھم اللہ احسن الجزا۔

اخبارات کے متواتر اعلانات سے یہ امر احباب پر واضح ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مظلومین کشمیر کی آئینی امداد کا کام از سر نو پھر جاری فرما دیا ہے اور اب پہلے کی طرح وسیع پیمانہ پر جاری کیا گیا ہے۔ اس لئے مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ پس ہندوستان اور بیرون ممالک کی جماعتوں کو چندہ کشمیر نہ صرف باقاعدگی کے ساتھ احمدیوں سے ہی وصول کر کے ارسال کرنا ضروری ہے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی پوری کوشش اور سعی سے وصول کرنا لازمی ہے آمد چونکہ ان ایام میں بہت ہی کم ہو رہی ہے اور خرچ بہت ہو رہا ہے جو پیش آمدہ حالات کی بنا پر قرض لے کر بھی کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ کام کو کسی صورت میں بھی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ پس ہر ایک جماعت کے سکرٹری مال محصل صاحبان اور دیگر احباب کا فرض ہے کہ وہ چندہ کشمیر احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں سے وصول کرنے میں خاص سعی فرماتے ہوئے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل فرمائیں۔ اسلئے کہ مظلوم کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ احباب کرام کو توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار
برکت علی
فنانشل سکرٹری کشمیر ریلیف فنڈ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(سلسلہ کے لئے دیکھئے اخبار الحکم ۱۴ر مئی ۱۹۳۴ء نمبر ۱۷ جلد ۳۷)

پھر یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اسلامی عقیدہ میں درحقیقت خداتعالےٰ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہی ہے۔ اور کیا ارواح اور کیا اجسام سب اُسی کی پیدا کردہ ہیں اور اُسی کی قدرت سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ لہٰذا قرآنی عقیدہ یہ بھی ہے کہ جیسا خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کا خالق اور پیدا کنندہ ہے۔ اسی طرح وہ ہر ایک چیز کا واقعی حقیقی طور پر قیوم بھی ہے۔ یعنی ہر ایک چیز کا اسی کے وجود کے ساتھ بقا ہے۔ اور اس کا وجود ہر ایک چیز کے لئے بمنزلہ جان ہے۔ اور اگر اس کا عدم فرض کر لیں۔ تو ساتھ ہی ہر ایک چیز کا عدم ہو گا۔ غرض ہر ایک وجود کے بقا اور قیام کے لئے اس کی معیت لازم ہے۔ لیکن آریوں اور عیسائیوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ آریوں کا اس لئے کہ وہ خداتعالیٰ کو ارواح اور اجسام کا خالق نہیں جانتے۔ اور ہر ایک چیز سے ایسا تعلق اس کا نہیں مانتے جس سے ثابت ہو کہ ہر ایک چیز اُسی کی قدرت اور ارادہ کا نتیجہ ہے۔ اور اس کی مشیت کے لئے بطور سایہ کے ہے۔ بلکہ ہر ایک چیز کا وجود ایسے طور پر مستقل خیال کرتے ہیں۔ جس سے سمجھا جاتا ہے کہ [illegible] چیزیں ان کے خیال میں خداتعالیٰ کی قدرت سے نکلکر قدرت کے ساتھ قائم نہیں تو بلاشبہ یہ سب چیزیں ہندوؤں کے پرمیشر سے ایسی بے تعلق ہیں کہ اگر ان کے پرمیشر کا مرنا بھی فرض کر لیں تب بھی روحوں اور جسموں کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ ان کا پرمیشر صرف معمار کی طرح ہے۔ اور جس طرح اینٹ اور گارہ معمار کی ذاتی قدرت کے ساتھ قائم نہیں۔ تا ہر ایک حال میں اُس کے وجود کا تابع ہو یہی حال ہندوؤں کے پرمیشر کی چیزوں کا ہے۔ سو جیسا کہ معمار کے مرجانے سے ضروری نہیں ہوتا کہ جس قدر اس نے اپنی عمر میں عمارتیں بنائی ہوں۔ وہ ساتھ ہی گر جائیں۔ اور ایسا ہی یہ بھی ضرور نہیں کہ ہندوؤں کے پرمیشر کے مرجانے سے کچھ بھی صدمہ دوسری چیزوں کو پہنچے۔ کیونکہ وہ ان کا قیوم نہیں اگر قیوم ہوتا۔ تو ضرور اس کا خالق بھی ہوتا۔ کیونکہ جو چیزیں پیدا ہونے میں خدا کی قوت کی محتاج نہیں۔ وہ قائم رہنے میں بھی اس کی قوت کے سہارے کی حاجت نہیں رکھتیں۔ اور عیسائیوں کے اعتقاد کی رو سے بھی اُن کا مجسم خدا قیوم الاشیاء نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قیوم ہونے کے لئے معیت ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عیسائیوں کا خدا یسوع اب زمین پر نہیں۔ کیونکہ اگر اب زمین پر ہوتا تو ضرور لوگوں کو نظر آتا۔ جیسا کہ پلاطوس کے عہد میں اس ملک میں موجود تھا۔ پس جبکہ وہ زمین پر موجود نہیں۔ تو زمین کے لوگوں کا قیوم کیونکر ہو۔ رہا آسمان۔ سو وہ آسمانوں کا بھی قیوم نہیں۔ کیونکہ اس کا جسم تو صرف چھ سات بالشت کے قریب ہو گا۔ پھر وہ سارے آسمانوں پر کیونکر موجود ہو سکتا ہے۔ تا ان کا قیوم ہو۔ لیکن ہم لوگ جو خداتعالیٰ کو رب العرش کہتے ہیں۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ جسمانی اور جسم ہے۔ اور عرش کا محتاج ہے بلکہ عرش سے مراد وہ مقدس بلندی کی جگہ ہے جو اس جہان اور آنیوالے جہان سے برابر نسبت رکھتی ہے۔ اور خداتعالیٰ کو عرش پر کہنا درحقیقت ان معنوں سے مترادف ہے کہ وہ مالک الکونین ہے۔ اور جیسا ایک شخص اونچی جگہ بیٹھ کر یا کسی نہایت اونچے محل پر چڑھ کر یمین و یسار نظر رکھتا ہے۔ ایسا ہی استعارہ کے طور پر خداتعالیٰ بلند سے بلند تخت پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی نظر سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں نہ اس عالم کی اور نہ اس عالم کی۔ ہاں اس مقام کو عام سمجھوں کے لئے اوپر کی طرف بیان کیا جاتا ہے کیونکہ جبکہ خداتعالےٰ حقیقت میں سب سے اوپر ہے اور ہر ایک چیز اس کے پیروں پر گری ہوئی ہے تو اوپر کی طرف سے اُس کی ذات کو مناسبت ہے۔ مگر اوپر کی طرف وہی ہے جس کے نیچے دونوں عالم واقع ہیں۔ وہ ایک انتہائی نقطہ کی طرح ہے۔ جس کے نیچے دو عظیم الشان عالم کی دو شاخیں نکلتی ہیں ذات کے کسی کو نہیں جو اس نقطہ انتہائی پر مستوی ہے جس کا نام عرش ہے۔ اسلئے ظاہری طور پر بھی وہ اعلےٰ سے اعلےٰ بلندی جو اوپر کی سمت میں اس انتہائی نقطہ میں متصور ہو۔ جو دونوں عالم کے اوپر ہے۔ وہ ہی عرش کے نام سے عند الشرع موسوم ہے اور یہ بلندی باعتبار جامعیت ذات باری کی ہے۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو۔ کہ وہ مبدء ہے ہر ایک فیض کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک چیز کا اور مسجود ہے ہر ایک مخلوق کا اور سب سے اونچا ہے۔ اور اپنی ذات میں اور صفات میں اور کمالات میں۔ ورنہ قرآن فرماتا ہے کہ وہ ہر جگہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا اینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر منہ پھیرو اُدھر ہی خدا کا منہ ہے۔ اور فرماتا ہے ھو معکم اینما کنتم یعنی جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی ہم انسان سے اُس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ نزدیک ہیں

(از اخبار الحکم ۷ر اپریل ۱۹۰۱ء)

خطبہ عید اضحیٰ

آج عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ اور یہ عید ایک ایسے مہینے میں آتی ہے جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ یعنی پھر محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سِر کی بات ہے کہ ایسے مہینے میں عید کی گئی ہے۔ جس پر اسلامی مہینہ کا بازمانہ کا خاتمہ ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آنیوالے مسیح سے بہت مناسبت ہے۔ وہ مناسبت کیا ہے؟

ایک یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ کے نبی تھے۔ اور آپ کا وجود باجود اور وقت بعینہ گویا عید الضحیٰ کا وقت تھا۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ نبی آخر الزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخر الشہور ہے اسلئے اس مہینہ کو آپ کی زندگی اور زمانہ سے مناسبت ہے۔

دوسری مناسبت۔ چونکہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ جیسے آپ لوگ بکری اونٹ۔ گائے۔ دنبہ ذبح کرتے ہو۔ ایسا ہی وہ زمانہ گذرا ہے۔ کہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر خداتعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے۔ حقیقی طور پر عید ضحیٰ وہی تھی اور اسی میں ضحیٰ کی روشنی تھی۔ یہ قربانیاں اُس کا لب نہیں پوست ہیں۔ روح نہیں جسم ہیں۔ اس سہولت اور آرام کے زمانہ میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہا ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تعیشات قرار دیئے گئے ہیں۔ عورتیں اسی روز تمام زیورات پہنتی ہیں۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں۔ مرد عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں۔ اور یہ لیا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے۔ کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے۔ خصوصاً کشمیریوں کے پیٹ تو بھر [illegible] ہیں۔ گو اور لوگ بھی کمی نہیں کرتے۔ الغرض ہر قسم کے کھیل کود لہو و لعب کا نام عید سمجھا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ درحقیقت اس دن میں بڑا سِر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو لہلہاتے کھیت کی طرح دکھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں خداتعالےٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔ اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے۔ اور خدا کے حکم کے سامنے اپنی جان اپنی اولاد اپنے اقربا و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی خونوں سے جنگل بھر گئے۔ گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں باپوں نے اپنے بچوں کو۔ بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔ اور وہ خوش ہوتے تھے۔ کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جاویں تو اُن کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کون سا حصہ باقی ہے۔ یہ عید اضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے۔ اور عام لوگ بھی اسکو بڑی عید تو کہتے ہیں۔ مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں۔ اور اُس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بکا الروح ہے۔ مگر

یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں۔ ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور جس پر افسوس توجہ نہیں کی گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے جس کے رحم کا ظہور کسی طرح پر ہوتا ہے اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے۔ کہ اور اُمتوں میں جس قدر باتیں پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں۔ اُن کی حقیقت اس اُمت مرحومہ میں دکھلائی ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں خدا تعالیٰ کی یہ چار صفات بیان ہوئی ہیں کہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ اگرچہ عام طور پر یہ صفات اس عالم پر تجلی کرتی ہیں۔ لیکن ان کے اندر حقیقت میں پیشگوئیاں ہیں جن پر کہ لوگ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں صفتوں کا نمونہ دکھایا۔ کیونکہ کوئی حقیقت بغیر نمونہ کے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ رب العلمین کی صفت نے کس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نمونہ دکھایا۔ آپ نے عین ضعف میں پرورش پائی۔ کوئی موقع مدرسہ مکتب کا نہ تھا۔ جہاں آپ اپنے روحانی اور دینی قویٰ کو نشو ونما دے سکتے۔ کبھی کسی تعلیم یافتہ قوم سے ملنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اور نہ کسی موٹی تعلیم کا کبھی موقع پایا۔ اور نہ فلسفہ کے باریک اور دقیق علوم کے حاصل کرنے کی فرصت ملی۔ پھر دیکھو باوجود ایسے مواقع کے نہ ملنے کے قرآن شریف ایک ایسی نعمت آپ کو دی گئی۔ جس کے علوم عالیہ اور حقہ کے سامنے کسی اور علم کی ہستی ہی کچھ نہیں۔ جو انسان ذرا بھی سمجھ اور فکر کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھے گا اس کو معلوم ہو جاوے گا کہ دنیا کے تمام فلسفے اور علوم اس کے سامنے [illegible] ہیچ ہیں۔ اور [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر دو عظیم الشان نبی گذرے ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ مگر ان دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ان میں سے کسی کی نسبت اُمی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ یہ تحدی اور دعویٰ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہوا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا الی الآیۃ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گویا شاہزادوں کی طرح تعلیم پائی تھی۔ اور فرعون کی گود میں شاہانہ نشو ونما پایا۔ اُن کے لئے اتالیق مقرر کئے گئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بھی اتالیق مقرر ہوتے تھے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فخر نہ ملتا تو گویا فرعون کے بعد گدی نشین آپ ہی تھے۔ اور اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو نعوذ باللہ آپ کو فرعون بھی بننا تھا۔ یاد رہے فرعون کا لفظ بُرا نہیں۔ اصل میں شاہان مصر کا یہ لقب تھا۔ جس طرح پر قیصر و کسریٰ شاہان روم و ایران کا لقب تھا۔ اور جس طرح پر آج زار روس۔ اور سلطان روم کا لقب ہے۔ میرا مطلب اس بیان سے صرف یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ یہ دوسرا سلسلہ نہ شروع کر دیتا تو ضرور تھا کہ وہی تخت نشین ہوتے۔ اور یہ بھی سچی بات ہے کہ گو موسیٰ کی ماں کو بھی ایک درد اور دکھ پہنچا تھا۔ جبکہ جان کو دریا میں ڈالا۔ لیکن اس کی راحت اور مسرت کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ جبکہ خود خدا تعالیٰ نے موسیٰ کی واپسی کا اُس کو وعدہ دیا تھا۔ الغرض موسیٰ کی تعلیم تو یوں شاہانہ رنگ میں ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھی باقاعدہ ہوئی۔ میرے پاس ایک یہودی مصنف کی کتاب ہے۔ اُس نے صاف اور واضح طور پر لکھا ہے۔ بلکہ مسیح کے اُستاد کا نام تک بتایا ہے اور پھر یہ دکھی بھی ہے کہ اُسی وقت سے توریت اور صحف انبیاء کے مضامین پسند آئے تھے۔ اور جو کچھ انجیل میں ہے وہ صحف انبیاء سے زائد نہیں۔ اُس نے بتلایا ہے کہ ایک مدت دراز تک وہ یہود کے شاگرد رہے تھے۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کسی یہودی۔ نصاریٰ۔ ہندی سے پوچھو کہ آپ نے بھی کہیں تعلیم پائی تھی۔ تو وہ صاف کہے گا ہرگز نہیں!!! کتنی بڑی ربوبیت کا مظہر ہے انسان جب بچپن کی حالت سے آگے نکلتا ہے۔ جو بلوغ سے پہلے ہے تو عام طور پر مکتب میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ یہ پہلا قدم ہوتا ہے مگر آپ کی زندگی کا پہلا قدم ہی گویا اعجاز تھا۔ چونکہ آپ کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا تھا۔ اس لئے آپ کے وجود میں حرکات و سکنات میں بھی اعجاز رکھ دیئے تھے۔ آپ کی طرز زندگی کہ ا ب تک نہیں پڑھا۔ اور قرآن جیسی بے نظیر نعمت لائے۔ اور ایسا عظیم الشان معجزہ اُمت کو دیا۔ پہلے نبی آئے اور ایک خاص وقت تک دنیا میں رہ کر چلے گئے اور دین وہیں کالعدم ہو گیا۔ اور خدا کو ان کا محو کرنا ہی منظور تھا۔ مگر اس دین کے اظلال و آثار کا قیام منظور تھا۔ اور چونکہ کوئی دین معجزات کے بدوں نہیں رہ سکتا۔ ورنہ چند روز تک سماعی باتوں پر یقین رہتا پھر کہہ دیتے کہ

ایہہ جہاں مٹھا تے اگلا کن ڈٹھا۔

اسلئے خدا نے چاہا کہ اسلام کے ساتھ زندہ معجزہ ہو۔ کس قوت اور تحدی اور یقین سے بتایا گیا تھا [illegible] ذریعہ سے اسلام کا نور ابد تک درخشاں رہے۔ اس زندہ نور کی تصدیق کے لئے اس زمانہ میں ہی دیکھو۔ کہ لیکھرام کے قتل ہونے سے پیشتر کہ وہ چھ سال کے اندر ہلاک ہو جاوے گا۔ غور کرو کہ وقت مدت۔ صورت موت کا بتا دینا کیا انسان کے اختیار میں ہے۔ اور پھر وہ اسی طرح مارا گیا۔ جیسا کہ دعویٰ کیا گیا تھا۔ جب یہ پیشگوئی کی گئی تھوڑے ہی عرصہ میں کروڑہا انسانوں میں مشہور ہو گئی ہندو مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ ہر قوم و مذہب کے لوگ اس سے واقف ہو گئے۔ یہاں تک کہ عام بازاری لوگوں سے لے کر گورنمنٹ تک کو اطلاع ہو گئی۔ اور خود آریوں نے بڑے زور و شور کے ساتھ اس کو مشتہر کیا۔ اور جہاں لیکھرام خود جاتا اس پیشگوئی کا ذکر کرتا اور شہرت دیتا۔ اور جب پیشگوئی پوری ہوئی تو ایک عام شور برپا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہماری بھی خانہ تلاشی ہوئی۔ تاکہ اس کی صداقت اور شہرت اس خاص ذریعہ سے اور بھی ہو اور یہ نشان ہمیشہ صفحۂ دہر پر ثبت رہے۔ پھر مقدمات کے دوران میں سرکاری کاغذات اور مثلوں میں اس پیشگوئی کے متعلق بیانات اور کاغذات درج اور شامل ہوئے الغرض یہ ایسا عظیم الشان نشان ہے جس کی نظیر کوئی قوم دکھلا نہیں سکتی۔ کیا کسی انسانی طاقت اور فراست کا کام ہے کہ وہ کسی کی نسبت چار دن کی خبر بھی دے۔ کہ فلاں وقت فلاں موت سے مر جاوے گا۔ مگر یہاں چھ سال پہلے وقت۔ صورت موت وغیرہ سے اطلاع دی گئی۔ حالانکہ وہ تیس برس کا ایک مضبوط جوان آدمی تھا اور اُس نے بھی تو میری نسبت کہا تھا کہ میں تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جاؤں گا۔ اور میرا اس کی نسبت

عمر میں بہت بڑا۔ اور ضعیف اور قریباً دائم المریض تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ کی چمکار دکھلائی اور اُس کو ہلاک کر کے اپنے سچے دین کی صداقت پر مہر کر دی۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو آریہ کہلاتے ہیں اصلاً خدا کو پہچانتے ہی نہیں۔ پھر ان میں خداشناسی اور خدا بینی اور خدا نمائی کی قوت کیوں کر پیدا ہو۔ ان کا تو پہلا ہی قدم غلط ہے اُن کے نزدیک تو مرنا جینا۔ عورت یا مرد ہونا۔ بکری یا بیل بننا یہ سب کچھ شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ جبکہ یہ جسم اور اشیاء اعمال ہی کا نتیجہ ہیں تو پھر خدا کیا اور اس کے وجود کے اثبات کے لئے نئے نئے نشان اور معجزات کیا۔ اور ان کی ضرورت ہی کیا رہی۔ ان کا مذہب ہی خدا پیدا کرنے والا نہیں۔ بلکہ صرف جوڑنے جاڑنے والا جیسے معمار یا کمہار ہوتے ہیں۔ مادہ موجود تھا۔ ارواح بھی اتفاق سے موجود تھیں۔ پرمیشر نے جھٹ جوڑ جاڑ کر مخلوق بنالی نعوذ باللہ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ جبکہ ارواح اور ذرات قدیم سے موجود ہیں تو اس پر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ جوڑنا جاڑنا پرمیشر کے بدوں نہ ہو۔ بلکہ طبعی طور پر دلیل تو یہ ملتی ہے کہ اشیاء کو طبعی طور پر تجاذب کی طرف میلان ہوتا ہے اگر یہ تجاذب اور کشش نہ ہو تو نہ اینٹ بن سکے۔ اور نہ مکان رہ سکے اور نہ کوئی اور چیز دنیا میں موجود ہو جو رہ سکے۔ پس جبکہ آریوں کے عقیدہ کے موافق روح مادہ قدیم سے ہیں اور طبعیات سے دلیل ملتی ہے کہ یہ تجاذب کا خاصہ ہے۔ تو آریوں کے پرمیشر سے تو فراغت اور فرصت ہو گئی۔ اب آریہ کے پاس پرمیشر کے ہونے کا کیا ثبوت اور نشان ہے۔ ایک طرف تو یہ ناپاکی ہے کہ خدا [illegible] جا سکے [illegible] کی راہیں علیحدہ بیان کر سکیں۔ پھر یہ ظلم آتی ہیں۔ کبھی سؤر بنتے ہیں کبھی کتا۔ کبھی بلی وغیرہ۔ اس پر سوال ہوتا ہے اگر کسی کی ماں مر جاوے جبکہ ابھی وہ بچہ ہی تھا۔ اور اس نے کسی دوسری جگہ پر جنم لیا۔ اور جب دونوں بلوغ کو پہنچے اور باہم رشتہ ناطہ ہو کر بیاہ ہو گیا۔ اور ہمبستری ہو کر اولاد کا سلسلہ چلا۔ اس سے تو بڑی بے شرمی اور پرلے درجہ کی بے حیائی کی بنیاد پڑی۔ اور نہایت قابل شرم مذہب یہ مذہب ٹھیر گیا۔ پرمیشر نے تو کوئی فہرست تو دی نہیں کہ اس قسم کے نشان سے ماں بہن شناخت ہو جائے گی۔ اور حق تو یہ تھا کہ وید کے ذمہ یہ فرض تھا کہ جہاں اُس نے پاکیزگی اور اخلاق کی جڑ کاٹنے والا مسئلہ ایجاد کیا تھا اگر اُسے کوئی سوچ بچار کی طاقت ہوتی تو ساتھ ہی علامات بھی بیان کر دیتا۔ جن سے ایسے رشتوں سے اجتناب کرنے کی کلید آریوں کے ہاتھ میں آجاتی۔ مگر ضروری تھا کہ وید کی تعلیم کی پیشانی پر نقص کا داغ لگا رہتا۔ کہ ہر زمانہ میں تدبر کرنے والے اس کے بطلان میں لیے لے جا سکیں۔

(باقی آئندہ)

میں کیوں احمدی ہوا؟

حضرت مولٰنا مولوی امام الدّین صاحب سلمہ کا تذکرہ

حضرت مولانا مولوی ابو اکمل امام الدین صاحب اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ممتاز بزرگوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی جیسے قابل عالم پیدا کئے ہیں اور حضرت اکمل جیسے قابل ناز بیٹے کے وہ باپ ہیں۔ اُنھوں نے اپنے احمدی ہونے کے تذکرہ کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے میں اسے تمام و کمال درج کرتا ہوں۔ (عمر فانی)

الحمد للہ میری طبیعت ابتدائی ایام صبی سے ہی فقر اور تصوف کی شایق اور روحانیت کی مشتاق تھی۔ اور ساتھ ہی ظاہر شریعت پر شوق بھی تھا۔ چنانچہ وظائف خوانی اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی دھن لگی ہوئی تھی۔ جو فقیر صورت ملتا اس سے ذکر و فکر پوچھ کر اس میں مشغول ہو جاتا۔ گو حضرت والد بزرگوار علوم مروجہ اس وقت کے مجھے پڑھانے بہت ضروری جان کر اور کسی شغل میں مشتغل ہونے نہیں دیتے تھے۔ چونکہ آپ بھی صوفیوں کے معتقد تھے اور مجرد فقرا صاف باطن کو پسند فرماتے۔ اور ان سے حل مشکلات کے لئے دعائیں کراتے تھے اور ان کے اساتذہ دینیات بھی صاحبان تصرف اور اہل کرامات تھے اسلئے مجھے ایسا شغل کرنے سے چنداں [illegible] تھی میں تو میری وظائف خوانی صرف [illegible] تھی۔ جو ہمارے ہاں آنے جانے والوں بزرگوں سے میں مخفی طور پر پوچھتا تھا۔ چونکہ میرے والد گدی نشین مشائخ سے چنداں اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ان میں سے کسی کی بیعت کی ہوئی تھی۔ ہاں اپنی زندگی میں خواجہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کو ملنے کا شوق رکھتے تھے۔ مگر وہاں نہ جا سکے اور اپنے استاد حضرت مولانا سید شمس الدین صاحب جالندھری کی تعلیم باطنی پر اکتفا کرتے اور قرآن کریم کے علاوہ درود شریف اور قصیدہ بردہ کا وظیفہ کرتے تھے۔ اور حضرت سید عبادی اللہ رحمۃ اللہ علیہ گھوڑوالی سے محبت و مصاحبت رکھتے تھے۔ اس لئے خاکسار نے بھی گھر میں علم پڑھا اور لاہوری تحصیل بیس سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر لی۔ چنانچہ شرح ملا کنز۔ شرح وقایہ۔ شرح لقائد اور خیالی میں نے اپنے والد سے ہی پڑھیں۔ فارسی کے دو بڑے ماہر تھے۔ سکندر نامہ ابو الفضل وغیرہ کئی فارسی مشکل انشاؤں کی تعلیم دی اور زلیخا پڑھاتے ہوئے مجھے وحدت وجودیوں کی ایک کتاب پنج مراتب تمام کی تمام پڑھا دی تھی۔ اس سے مجھے فقر و تصوف کا شوق لگا اور ادھر حضرت والد محترم مرض دق میں بیمار ہو کر ۱۲۸۶ھ راہ گرامی عالم بقا ہو گئے۔ مجھے یاد ہے تاریخ وفات آپ کے ایک شاگرد رشید نے سہ

بہر تاریخ وفات آں حضور
بردلم الہام شد اسم غفور
۱۲۸۶

لکھا۔ میری عمر اسوقت ۲۰ سال کے کچھ قریب تھی۔ آپ کی وفات پر مجھے کسی بزرگ کی بیعت کا شوق ہوا تو میں نے لوگوں سے سُن کر ایک رویا کی بنا پر خواجہ شمس الدین سیال رح کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ اور ان کے فرمودہ وظائف اور ذکر و فکر شروع کر دیے۔ دو بار ان کی حضور میں گیا ہوں۔ اشتغال فقیرانہ ذکر قلبی و لسانی فکر جہر کلمہ طیبہ وہ بہت فرماتے تھے۔ میں کرتا رہا۔ اور شوق ذوق کچھ بڑھا مگر چونکہ میں نے سیال شریف میں شریعت کی پابندی کچھ ایسی نہ دیکھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع سنت بڑے اہتمام سے نہ پایا۔ چنانچہ نماز ظہر عصر کے وقت ہی ہوتی تھی۔ اور صبح کی نماز قریب طلوع شمس اور تقوے کا بھی کچھ ایسا خیال نہ تھا۔ یعنی اتباع سنت اور اجتناب فی البدعت کے لئے پیر بھائیوں کو فرمان نہیں کیا جاتا ہے۔ ہاں عشق الٰہی [illegible] راگ [illegible] اور وظائف اور تصور شیخ ذکر جہر پر بہت زور دیا جاتا تھا۔ اور میرے ایک پیر صحبت حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ عشق مجازی کے فوائد باطنی بیان فرماتے تھے:- متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست کہ آں بہر حقیقت کارساز لیست۔ میں نے عرض کی کہ خاکسار مبتلائے تعشق ہو گیا ہے۔ اور میرے لیئے ایسا امر علاوہ خوف خدا کے اپنی عزت پر حرف آنے کا بھی ڈر ہے۔ تو آپ نے وہی حضرت جامی کا بیت سنا کر محبت کو بڑھنے دینے کا امر فرمایا۔ لیکن دل میں آتا تھا کہ قرآن کریم میں تو قل للمومنین یغضو من ابصارھم الایۃ۔ لیکن حافظ رحمۃ اللہ کا شعر سہ

بے سجادہ رنگیں کن گرد پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

فتوئے جواز دیکر دلیر کر دیا تھا۔ غرض مریدوں میں ایسے امور بدعت کا ارتکاب جوگیانہ اشتغال کا رواج تھا۔ ایک پیر بھائی مولوی نے مجھے یہ وظیفہ بتایا کہ یا خواجہ شمس الدین سیال بسیار پڑھا جائے۔ تو بڑا فائدہ ظاہر ہوتا ہے۔ گو میں ایسی باتوں سے دل میں بیزار ہوتا تھا۔ مگر حسن ظن سے پیر بھائیوں کی محبت اور شوق و ذوق اور وظائف اور ظاہر صوم و صلوٰۃ اور ذکر و فکر سے محظوظ بھی ہوتا تھا۔ اِس اثنا میں کئی اور فقراء کے پاس بھی جاکر استفادہ کرتا تھا۔ فقر حاصل کرنے کے لئے رند فقیروں اور مستانوں کے حضور بھی حاضر ہوتا۔ غرض اس قسم کے فقراء اور اولیا کہلانیوالوں کی زیارت کرنے سے مجھے کوئی عار نہ تھی اور اس شعر پر عمل رہے ہوتے کہ سہ

سوز ادو دمسجد و بتخانہ یکساں دیدیم ٭ من ندانم کہ کافر یا مسلمانست شمع

الغرض چشتیہ۔ سہروردیہ۔ قادریہ۔ نقشبندیہ اور رندوں ہندوں مسلمانوں کے سجادہ نشینوں میں نیک نیتوں کو بھی دیکھا۔ اور بعض کو اہل کشف بھی پایا۔ اکثر مستانہ فقیر ایسے دیکھے۔ اور ایسے بھی جو ظاہری شریعت کی پابندی کو غیر ضروری جانتے تھے۔ مگر ذکر و فکر کے مشاق اور باطن کے مشتاق تھے۔ پھر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ نہ نعمت فقر اور ولایت کی تشریح سجادہ نشینوں اسلام کے پابندوں میں کیوں کم ہے۔ پھر جو منزلیں اور مراقبات اور مشاہدات تصوف کے کتابوں میں بزرگوں نے لکھے ہیں ان کا ذکر قرآن اور حدیث میں کیوں نہیں کیا۔ ان درجات کو صحابہ کرام باوجود صحبت حضرت خاتم النبیین نہیں پہونچے تھے۔ کیا ان لوگوں کو صحابہؓ کی نسبت زیادہ معرفت یا قرب الٰہی حاصل تھا۔ میں اس بے اطمینانی میں چونکہ ہر قسم کے فقرا کی خدمت میں جاتا تھا۔ لوگ مجھے ہرجائی اور بلکہ بھرت گورت کہا کرتے تھے۔ مگر ہزاروں ہزار شکر ہے اس رب العلمین کا کہ میں ایسا تھا ورنہ احمدیت کی نعمت کب حاصل ہوتی۔ اگر میں ایسا ہی سجادہ نشین کے پاس آتا جاتا رہتا تو میں بھی خلیفہ بن جاتا۔ مگر بفضل الٰہی میری اصل طبیعت فقر محمدی کی طلب گار تھی۔ اس واسطے میں آخر نقشبندی خاندان کے ایک سید صاحب متشرع متورع کی خدمت میں حاضر ہو کر توجہات لینے لگا۔

ان کی خدمت میں یہ فائدہ تو ہو گیا شرک و بدعت سیئہ سے نفرت پیدا ہو گئی اور توجہات میں مزا آنے لگا۔ مگر حضرت سید الانبیاء صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخصوص فقر و ولایت کا پتہ نہ لگا کہ سلوک نقشبندی میں عبادت اسلامی کو کیا دخل ہے اور نیز یہ کہ مقصود اصلی ان مجاہدات فقیرانہ یا ان توجہات صوفیانہ سے [illegible] کچھ مزا آ جاتا ہے یا قلب کی حرکت یا تصور شیخ [illegible] رویا میں بزرگوں کی زیارت ایسی امور تو جوگیوں [illegible] رند فقیروں میں بھی ہوتی۔ ہاں مسلمان فقراء میں ان کے عقائد اور ہنود وغیرہ میں ان کے ایمانی امور ان کی باتیں سُن سُن کر متاثر ہو جاتا اور تخیلات ان کے رویا یا مکاشفات میں نظر آ جاتے ہیں۔ مگر حق باطل کی تمیز یقیناً کچھ بھی نہیں۔ وجودی کہتے ہیں سبحان الذی خلق الاسماء وھو عینھا اور انا ھو۔ ھوانا کا ذکر کرتے اور خالق و مخلوق میں کوئی فرق نہیں بتاتے کہ وجودیوں کے کئی فرقے ہیں۔ مگر اکثر ان میں اباحتی ہیں۔ میں نے ایک دہریہ سے سُنا ہے کہ ایک بڑے شیخ گدی نشین کا معالجہ کر کے فقر کا راز تحقیق سے دریافت کیا کہ وہ عینیت کے قائل ثابت ہوئے۔ اور اسی ہستی کو جو ہمیں نظر آ رہی ہے اسی کو خدا فرماتے تھے اور جیسے ہم نا حک ایک طاقت کو مانتے ہیں۔ ویسے ہی ایک مسمریزم کا اُستاد مجھے ملا تو اسے بھی یہی بتایا کہ وہ نور یا اوڈ جس کے حصول کے لئے ہم لوگ مشق کرتے ہیں اور حالات کسی کے دریافت کر لیتے ہیں۔ اور ازالہ امراض اور دیگر تصرفات کر لیتے ہیں یہی خدا ہے اور کوئی خدا نہیں۔ پھر میں حیران تھا کہ اس تصوف رائجہ عام اہل اسلام اور لوگ وغیرہ میں کیا فرق ہوا۔ یقین کس طرح کیا جائے

میں نے ایک بزرگ نفس کشی کرنیوالا جو کہ کشف القبور کا بڑا ماہر بھی تھا نام سنا۔ تو اس کے پاس بھی استفادہ کے لئے گیا تو اس کے ہمنشینوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ان حضرت کے کئی مرید نماز اور روزے کی کوئی پروا نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ نمازوں میں کیا رکھا ہوا ہے۔ گو فرمان پیغمبر کے لئے اچھا

ہی ہی۔ مگر تصوف اور فقر میں اس شریعت ظاہری کا کچھ دخل نہیں فقر اور ولایت کچھ اور ہی چیز ہے۔ مگر مجھے پورا الیقین تھا آنحضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر خدا کے وصل اور لقا کا طریق نہیں بتانے تھے اور انسان کو کامل اور صاحب عرفان نہیں بناتے تھے تو وہ کس لئے مبعوث ہوئے۔ اس لئے سب اطراف سے دل کی توجہ پھیر کر کسی ایسے رہنما کی تلاش میں جو اسلام کا خاص فقر تبلائے اور منزل مقصود تک پہنچائے۔ اور ادھر کسی مجدد کی بعثت کا وقت بھی آگیا۔ یعنی سنہ ۱۳۰۰ پورا ہو گیا۔ لوگوں میں چرچا ہوا۔ تو میں بھی تلاش میں لگا۔ چونکہ مینے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو سنا ہوا نہ تھا۔ اس لئے اپنے حنفیوں گدی نشینوں۔ نقشبندیوں قادریوں سے پوچھتا تھا کہ کوئی اس صدی کا مجدد و غوث و قطب کہیں ہے۔ تو جواب نفی میں یا بے خبری میں ملتا تھا۔ مگر مجھے ایک خواب آئی کہ ہمارے گاؤں کے مغرب و مشرق کی طرف سے ایک بڑی فوج سواروں کی آسمان پر سے اُڑتی ہوئی شمال و مشرق کی طرف متوجہ ہو کر چلی آتی ہے۔ ان میں سے ایک شاہ سوار نیچے کی طرف آگیا۔ اور میری چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اور مجھے ایک حمائل قرآن کریم اور ایک چاقو مرحمت فرما کر غائب ہو گیا۔ اور ایک فال میں مَیں نے مجھے بتایا کہ ایک کامل بزرگ کا نام غ سے شروع ہوتا ہے اس سے تجھے مقصد حاصل ہو گا۔ اور میری والدہ نے مجھے اپنا خواب سنایا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ تجھے کسی بادشاہ نے پروانہ بھیجا ہے۔ جو کہ غالباً گوشہ مشرق و جنوب میں ہے۔ ان دنوں میرا ایک عزیز مجھے حضرت اقدس کی کوئی کتاب مطالعہ کے لئے دے گیا۔ مگر مینے کچھ توجہ نہ کی۔ اس لئے اس کتاب میں دعوے مہدی و مسیح [illegible] خیال پر سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ماتحت آئے کہ ایں مدعیان در طلبش بے خبر انند آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ لیکن میری ہدایت کے لئے ایسا ہوا کہ میں مسجد میں عزیز اکمل اور تلمیذ غلام رسول راجیکی کو کافیہ یا کوئی اور کتاب پڑھا رہا تھا کہ ایک تحصیل کا پیادہ ہاتھ میں کوئی پروانہ لئے ہوئے کسی کا دستخط کرانے یا کسی اور کام کے لئے مسجد میں آکر ہمارا درس سننے لگا۔ مینے اثنائے کلام میں شیطانی تحریک سے الہام مذکورہ بالا پر کوئی صرفی نحوی اعتراض اور تمسخر کیا۔ اسپر وہ پیادہ جو میرے لئے رحمت کا فرشتہ تھا بول اُٹھا۔ اور مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب یونہی بلا سوچے سمجھے کسی بزرگ کی بابت ایسے الفاظ بولنے مناسب نہیں۔ آپ کوئی حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب عربی ملاحظہ کریں۔ مینے کہا کہ آپ کے پاس یہ کیسی کتاب ہے؟ اس نے مجھے کتاب دی جو پادری عماد الدین کے لئے تحدی اور اتمام حجت کے لئے کوئی کتاب بدعوی اعجاز تھی۔ مینے اس کے مطالعہ کے لئے لے لی۔ اس اعجازی کتاب نے مجھے مقصود کی طرف متوجہ کر کے آپ کے فصیح و بلیغ ہونے کا معتقد بنا لیا۔ مگر حضور کا دعویٰ جو ادعائے نبوت کا ہمرنگ تھا۔ مجھے پسند نہ آیا۔ پھر میرے ایک بزرگ نے اثنائے کلام میں ایک رات کیوقت جب میں نے کوئی گستاخی کا کلمہ حضرت اقدس کے دعوے کی نسبت کہا مجھے فرمایا کہ بچہ یاد رکھ کبھی ایسا گستاخانہ کلمہ حضرت کے حق میں نہ بولنا وہ بڑے بزرگ ہیں۔ میں ان کا مرید تو نہیں۔ مگر انھیں بڑا ہی بزرگ تر جانتا ہوں۔ یہ خیال بھی میرے دل میں مؤثر ہوا

تو ۱۸۹۶ یا ۱۸۹۷ء میں کسی تقریب پر اپنی اخت عزیزہ کو جو امرتسر میں بیاہی ہوئی تھی ملنے آیا۔ اور ساتھ ہی بٹالہ میں اپنے پیر سید ظہور حسین صاحب کو بھی ملنے آیا۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں مرزا کو قادیان جا کر دیکھ آؤں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ بڑی خوشی سے جاؤ۔ وہ جانتے تھے کہ یہ مولوی ہے اور ہمارا پکا معتقد۔ مرزا کو کب ماننے لگا ہے۔ مینے بھی ارادہ کیا کہ ایک دو باتیں کر کے اُن سے واپس آجاؤں گا۔ میں یکہ پر سوار ہو کر ظہر کی نماز کے بعد قادیان پہنچ گیا۔ حضرت اقدس ظہر کی نماز پڑھ کر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ میرے پوچھنے پر خادموں نے کہا کہ آپ عصر کی نماز کیوقت باہر تشریف لائینگے۔ تب ملاقات ہوگی۔ مینے عرض کی کہ صرف دو باتیں کر کے مینے واپس ضرور چلا جانا ہے آپ اطلاع کر دیں کسی نے پرچہ پر لکھ کر اطلاع دی۔ تو حضور باہر تشریف لے آئے تو میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ مینے عرض کی کہ کچھ پوشیدہ سی بات ہے۔ آپ اُلگ ہو کر تھوڑی دیر سن لیں۔ حضور نے فرمایا آپ ٹھہریئے۔ فرصت کیوقت باتسلی مکالمہ کر لیں یہاں آرام کیجئے۔ مینے عرض کی کہ میں ملازم ہوں مدرس ہوں ابھی واپس جانا ضرور ہے۔ آپ میرا عریضہ سُن لیں۔ آپ نے فرمایا یہاں کوئی بیگانہ آدمی نہیں ہے آپ نے جو پوچھنا ہے پوچھ لیں۔ غالباً ان دنوں لیکھرام مقتول ہو چکا تھا آپ نے الگ ہونا ناپسند کیا ہوگا خیر مینے عرض کی کہ حضور کی تصنیفات میں مینے دیکھا ہے کہ آپ کو وحی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور یہ تو خاصہ نبوت و رسالت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وحی تو شہد کی مکھی کو بھی ہوتا ہی [illegible] کا ذکر ہے۔ پھر حضرت [illegible] حواری علیہ السلام کی وحی کی کتاب فتوح الغیب اور حضرت شیخ احمد سرہندی کے مکتوب سے بھی ثابت ہے کہ مکالمات الٰہیہ کامل اولیاء اللہ سے بھی ہوتے ہیں۔ مینے عرض کی کہ وحی تو سوائے انبیاء کے کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اسپر علماء کو اتفاق ہے۔ خیر میں بحث کرنے نہیں آیا۔ میں صوفی مشرب ہوں عرض یہ ہے کہ باطنی طور پر اپنی صداقت مجھپر ظاہر فرما دیں پھر حضور نے فرمایا کہ صداقت آپ خدا تعالےٰ سے پوچھیں (یہ پہلی بات تھی جو حضور کی مجھے پیاری لگی) مینے عرض کیا کہ حضور خدا تعالیٰ سے کس طرح پوچھوں آپ نے فرمایا کہ دعا اور استخارہ کیا کرو۔ مینے عرض کیا کہ کونسا استخارہ؟ آپ نے فرمایا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (یہ دوسری بات تھی جس نے مجھے متاثر کیا) پھر مینے رخصت مانگی کہ واپس بٹالہ جانا ہے یکہ والا منتظر ہے۔ آپ نے پھر بھی فرمایا کہ آپ جلدی نہ کریں کئی روز ٹھہریں۔ مینے ملازمت وغیرہ کا عذر اور پھر کبھی آنے کا وعدہ کر کے رخصت لے لی۔ حضور نے ایک رسالہ غالباً نور القرآن مجھے دیدینے کا حکم دیا۔ اور اندر تشریف لے گئے۔ ہاں مینے نماز ظہر کی یا عصر کی مقتدی ہو کر پڑھی غالباً مولوی قطب دین تھے یا حکیم فضل دین امام تھے۔ قادیان سے باہر آکر وہ نماز دہرالی کہ یہ نماز بحکم علمائے وقت جائز نہیں ہوئی۔ پھر بٹالہ آکر پیر جی کو استخارہ کے ماسوا اپنا اعتراض وحی والا سنا دیا اور پھر بٹالہ سے رخصت ہو کر گھر آیا۔ اور استخارہ مسنون شروع کر دیا۔ دعائیں بھی کرتا رہا۔ آخر تخمیناً چار

ماہ میں کوئی تسلی بخش رویا نہ ہوا۔ آخر دعاؤں پر زور دیا یہاں تک اللہ تعالےٰ کے حضور عرض کرتا کہ اے مولا اگر مجھے استخارہ کا جواب میں کچھ نہ بتایا گیا تو قیامت کے دن جب مہدی کی تصدیق کا سوال ہوا تو عرض کر دوں گا کہ مینے بڑی الحاح سے دعائیں کی تھیں کہ مرزا صاحب کے صدق و کذب سے آگاہ فرمایا جاوے تو اب اگر عذاب، یا عتاب ہو تو کیا یہ عدل ہے یا کیا؟ خیر اللہ تعالیٰ نے میری زاری سن لی تو رویا میں دکھایا گیا کہ ایک مسجد ہے۔ غالباً یہی مسجد مبارک میں صبح کی نماز پڑھائی گئی۔ نماز سے فارغ ہوا حضور دالان میں بیٹھ گئے نہایت نورانی چہرہ ریش مبارک کو خضاب۔ سفید لباس سر پر عمامہ مینے عرض کیا کہ میرے سوال کا جواب؟ آپ کے منہ مبارک سے یا کسی فرشتہ کے منہ سے یہ بلند آواز نکلی "جس نے آؤنا سی وہ آگیا"

یہ غالباً ۱۸۹۷ء کے آغاز کا ہی رویا ہے من بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے عقیدے اور اعمال صالحہ میں ترقی شروع ہوئی۔ پہلی تعلیم حضرت اقدس کی جو خط و کتابت کے ذریعہ ہوئی یہی تھی کہ دعائیں کیا کرو۔ اور نماز سنوار سنوار کر پڑھو حضور کی کتابیں بھی مطالعہ کیں۔ اور فقرا اور خدمت شریعت اور طریقت اور معرفت، و ولایت سب ایک ہی ہے۔ اصل غرض سلوک و تصوف بلکہ مذہب اور خلقت انسانی کی عبادت ہے یعنی ہر ایک حرکت و سکون افعالی خیالی مقامی کو ماتحت مرضی و منشاء الٰہی کے بجا لانا اور جیسے زمیندار کا ملازم بندہ اپنے آقا و مالک کے ماتحت اپنے سارے کام کرتا ہے اس کے حسن و صورت و سیرت اور احسان دیکھ کر اس کا عاشق و صادق ہوتا ہے [illegible] کرتا ہے جو وہ [illegible] صفات سے متصف اور اپنے [illegible] رنگین کرتا رہتا ہے۔ ویسے خدا تعالیٰ کا صالح بندہ اپنے ذاتی کاموں کو اپنی خواہشوں کو تابع مرضی مولیٰ کر دے اپنے اندر پیدا کرتا۔ اور یہ فرمان الٰہی یعنی مرضی یا تو خود اللہ تعالیٰ سے بطور نبوت اسے ملتے یا نبی و رسول کے وسیلہ سے تاکہ اسے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کا انعام ملے۔

یہ ہی فقر و تصوف اور اس زمانہ میں جب کہ ضلالت حد سے بڑھ گئی تھی اور عہد رسالت پر بہت سی مدت گزر گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حسب عادت و قانون عہد نبوت کو تازہ کر دیا ہے اور شبہات و توہمات شیطانیہ و حالیہ کے زمانہ میں سوائے نبوت کے کس طرح صداقت پر یقین دلا سکتا ہے۔ اسی بنا پر خدا کریم نے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا سچا دین یعنی اسلام یوں ظاہر فرمایا کہ حسب وعدہ استخلاف وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم اسی ابتلائے میں جو ابیار لیستخلفنھم میں مذکور ہے حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مہدی معہود بنا کر بھیجا۔ یہ مبعوث نبی نہ ہوتا تو یقیناً کس طرح ثابت ہوتا کہ دین اسلام ہی سچا ہے۔ معجزانہ اقتداری پیشگوئیاں ہی یہ یقین دلا سکتی ہیں ورنہ انجیل یہ نمائیاں تو اور فرقوں میں بھی موجود ہیں۔ پھر علاوہ انبائے غیبیہ کے اور بھی سینکڑوں معجزات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ظاہر ہوئے۔ جن سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سچا ہے اور یہی خدا سے ملنے کی راہ ہے۔ اور یہ کہ قرآن ہی صراط مستقیم کی ہدایت لاریب ہے۔ اور یقیناً اسی پر مطابق تفسیر و تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عمل کر کے آدمی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ منزل مقصود یہی ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ

[illegible]

ہو تم نعم یعنی صفات الٰہیہ کا مظہر کامل بننا اور یہ بدوں اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہونا ممکن ہی نہ اور اتباع بدوں کتاب و سنت محال ہے اور فہم کتاب و سنت بدوں تفہیم [illegible] انعامات بخش ہی نہیں ہو سکتی۔ پھر نمونہ کی بھی ضرورت ہے۔ سو الحمد للہ احمدی جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا بیان اور اسوہ حسنہ بالصدق [illegible]